خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جس لیلۃ القدر کو لے کر آئے تھے اس کے ساتھ سارا زمانہ قیامت تک کے لئے روشن ہو گیا اور آپ ہی کی لیلۃ القدر ہے جس کی برکت سے اب توحید کی طرف دنیا متوجہ ہو رہی ہے

بہت سی ایسی برکتیں ہیں جو اس سال کے ساتھ وابستہ ہو چکی ہیں۔ خدا کرے کہ وہ برکتیں ساری جماعت کو نصیب ہوں اور غیر معمولی طور پر خدا تعالیٰ کی تقدیر ہمارے حق میں اور دنیا کے حق میں کار فرما ہو

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔
فرمودہ ۳۱؍دسمبر ۱۹۹۹ء بمطابق ۳۱؍فتح ۱۳۷۸ء ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله—

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم— بسم الله الرحمٰن الرحيم —

الحمدلله رب العٰلمين — الرحمٰن الرحيم — مٰلك يوم الدين — إياك نعبد و إياك نستعين —

اهدنا الصراط المستقيم — صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين—

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ . وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ. لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ . تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ. سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾۔(سورۃ القدر)

یقیناً ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا۔ اس سے مراد قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم دونوں ہو سکتے ہیں۔ اور دونوں ہی ہیں۔ اور تجھے کیا سمجھائے کہ قدر کی رات کیا ہے۔ قدر کی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ بکثرت نازل ہوتے ہیں اس میں فرشتے اور روح القدس اپنے رب کے حکم سے، ہر معاملہ میں سلام ہے یہ (سلسلہ) طلوع فجر تک جاری رہتا ہے۔

ان آیات کریمہ کا ترجمہ مشکل ترجمہ ہے کیونکہ کئی پہلو اس میں تھوڑے سے الفاظ میں بیان ہو چکے ہیں اس لئے تفصیل میں جا کر تو بات کھل جائے گی مگر اس وقت جو ترجمہ پڑھا گیا ہے اس میں کسی آیت کا حصہ پہلے بیان ہوا ہے اس کے بعد کا حصہ دوسری آیت کے شروع میں بیان ہوا ہے اور اس میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ بہر حال جو سیدھا ترجمہ اس کا صاف لفظوں میں ہو سکتا تھا وہ میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

اس سلسلے میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بعض احادیث ہیں ان کے حوالے سے میں اس مضمون کو مزید کھولتا ہوں۔ کیونکہ یہ دعا کے دن ہیں اور خاص طور پر لیلۃ القدر کے امکان کی وجہ سے بہت زیادہ دعاؤں کی طرف توجہ مائل ہوتی ہے۔ پہلی حدیث دعا ہی سے متعلق لی گئی ہے۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ معزز اور کوئی چیز نہیں۔(سنن ابن ماجه ، کتاب الدعاء)۔ اللہ کے نزدیک معزز سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی قدر کرتا ہے۔ دعا کی طرف جھکتا ہے، ورنہ خدا کے نزدیک تو کوئی چیز بھی معزز ان معنوں میں نہیں کہ خدا سے بلند تر ہو بلکہ خدا کے نزدیک معزز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دعاؤں پر جھکتا ہے اور ان کو قبول فرماتا ہے۔

مسلم کتاب الذکر میں یہ حدیث ہے۔ ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بندے کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک وہ کسی دعا کے ساتھ گناہ یا قطع رحمی کا ارتکاب نہ کرے“۔

اب یہ بہت ہی ضروری پہلو ہے جس کو لوگ دعا کے وقت نظر انداز کر دیتے ہیں۔ دعائیں خواہ کتنی ہی مانگیں لیکن اگر قطع رحمی کریں، جہاں خدا نے رحموں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے ان کے رشتہ داروں کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے اگر وہ قطع رحمی سے کام لیتے چلے جاتے ہیں اور گناہوں سے باز نہیں آتے تو پھر اس دعا کا کوئی فائدہ نہیں۔

پھر فرمایا ”اور جب تک جلد بازی سے کام نہ لے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! جلد بازی سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا وہ کہتا ہے کہ مَیں نے بار بار دعا کی مگر مَیں نے اس کی قبولیت کی کوئی علامت نہیں دیکھی۔ اس پر وہ تھک کر دعا چھوڑ دیتا ہے۔(مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار)۔

تو مراد یہ ہے کہ یہ لوگ جو نہ گناہوں سے باز آتے ہیں، نہ قطع رحمی سے باز آتے ہیں، وہ دعا کے بارے میں بھی بالآخر مایوس ہو جاتے ہیں کیونکہ بار بار دعا کے نتیجہ میں ان کو کوئی جواب نہیں ملتا تو پھر یہی کہتے ہیں کہ ہم نے تو کوئی بھی قبولیت نہیں دیکھی۔ پس ایسا شخص تھک کر دعا کو چھوڑ ہی دیتا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آخری عشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم عبادت کے لئے اتنی کوشش فرماتے تھے جو اس کے علاوہ دیکھنے میں نہیں آتی تھی۔(صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان)۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا قیام و سجود تو ہمیشہ بہت لمبے عرصہ تک خدا کے حضور گریہ وزاری میں صرف ہوتا تھا اور یہ عام دنوں کی بھی حالت ہے مگر رمضان کے آخری عشرہ میں تو خصوصیت سے غیر معمولی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم دعاؤں اور گریہ وزاری میں مصروف رہتے۔ بعض دفعہ ساری ساری رات کھڑے رہتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے خود حکماً آپؐ کو فرمایا کہ بس اتنا زیادہ نہ کر۔ دن اور رات بدلتے رہتے ہیں کہیں چھوٹے ہوتے ہیں کہیں زیادہ ہوتے ہیں اس لئے ایسی بات نہ کر جس سے صحابہ کو بھی پھر مشکل پڑ جائے اور آئندہ اس کو نبھا نہ سکیں۔ تو اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنی راتوں کی عبادت کو جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا نسبتاً چھوٹا کر دیا مگر وہ چھوٹا ہونا بھی بہت لمبا ہوا کرتا تھا۔ ہمارے ہاں چھوٹے کا اور تصور ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نمازیں چھوٹی کرنے سے مراد کچھ اور ہی ہے یعنی رات کا تیسرا حصہ بھی اگر یا نصف حصہ بھی انسان رات کو گریہ وزاری میں گزارے تو پھر اسے سمجھ آ سکتی ہے کہ یہ کیا چیز ہے ورنہ دور بیٹھے نظارہ کرنے سے کچھ سمجھ نہیں آتی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے متعلق آخری عشرہ کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کمر ہمت کس لیا کرتے تھے اور بے انتہاء عبادت کرتے تھے۔(مسند احمد بن حنبل باقی الانصار)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ”عمل کے لحاظ سے اِن دس دنوں یعنی آخری عشرہ سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے نزدیک عظمت والے اور محبوب کوئی اَور دن نہیں ہیں۔ پس ان ایام میں تہلیل، لَآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰه بکثرت پڑھا جائے، تکبیر یعنی اَللّٰه اکبر، اَللّٰه اکبر بکثرت پڑھا جائے اور تحمید یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰه بکثرت پڑھنی چاہئے۔(مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحه ۷۵ مطبوعه بیروت)

بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو وفات دیدی۔ پھر آپؐ کے بعد آپؐ کی ازواج مطہرات بھی اعتکاف بیٹھتی رہیں۔(بخاری کتاب الاعتکاف ، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر)۔

پس مبارک ہو معتکفین کہ جو اس سنت پر عمل کر رہے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جو کوشش کرتے ہیں کہ پھر زندگی بھر اعتکاف بیٹھتے رہیں۔

مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔ آپؐ کے لئے کھجور کی خشک شاخوں کا حجرہ بنایا گیا۔ ایک دن آپ نے باہر جھانکتے ہوئے فرمایا نمازی اپنے رب سے راز و نیاز میں مگن ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کو سنانے کے لئے قرآن بالجہر نہ پڑھیں"۔(مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ٦٧ مطبوعہ بیروت)

'ایک دوسرے کو سنانے' سے مراد ضروری نہیں کہ نیت میں یہ ہو کہ ہم دوسروں کو سنائیں بلکہ بعض لوگ عادتاً بھی کچھ اونچی آواز سے پڑھتے ہیں جبکہ معتکفین ساتھ جو ہیں اس میں ان کی توجہ بٹ جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تو مسجد نبوی بہت کھلی تھی اور جس طرح یہاں مسجد میں معتکفین کی وجہ سے غیر معمولی ہنگامہ سا ہو جاتا ہے اس زمانے میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد نبوی میں یہ بات نہیں تھی بلکہ بہت کھلی مسجد تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا حجرہ بھی الگ بنایا گیا تھا باقیوں سے ہٹ کر لیکن اس کے باوجود آپؐ نے لوگوں کی آوازیں سنی ہونگی گریہ وزاری کی اور تلاوت وغیرہ کی جس پر آپؐ نے باہر نکل کے فرمایا کہ دیکھو اپنے رب سے راز و نیاز تو کرو مگر سناؤ نہیں لوگوں کو کیونکہ اس سے ان کی توجہ بٹ جاتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے۔ یہ متفق علیہ ہے بخاری اور مسلم دونوں میں یہ روایت درج ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آنحضور ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ تو یہاں آخری عشرے کی بات ہو رہی ہے لیکن مختلف روایات کے نتیجے میں پتہ لگتا ہے کہ آخری عشرے کے آخری حصہ کی طرف رسول اللہ ﷺ کی زیادہ توجہ تھی یعنی آخری سات دن جو ہیں ان میں لیلۃ القدر کی تلاش کی طرف زیادہ متوجہ رہتے تھے کیونکہ صحابہ کا بھی یہی تجربہ تھا۔

چنانچہ اس تجربے کے متعلق ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے کچھ صحابہؓ کو خواب میں لیلۃ القدر رمضان کے آخری سات دنوں میں دکھائی گئی۔ اور ان سب کا اتفاق ہو گیا یعنی سب نے خواب دیکھی کہ رمضان کے آخری سات دنوں میں لیلۃ القدر ہو گی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب رمضان کے آخری سات دنوں پر متفق ہیں اس لیے جو شخص لیلۃ القدر کی تلاش کرنا چاہے وہ اسے رمضان کے آخری سات دنوں میں تلاش کرے۔(بخاری کتاب الصوم باب التمسوا لیلۃ القدر فی السبع الاواخر)

اب چونکہ سب صحابہ کا اُس سال کا یہی اتفاق تھا یعنی اس بات پہ متفق ہو گئے تھے جو اپنی خوابوں کی بنا پر متفق ہوئے تھے کہ آخری سات دنوں میں ہی ہو گی تو ممکن ہے کہ آخری عشرہ میں پہلے بھی ہو سکتی ہو مگر اُس سال خاص طور پر آخری سات دنوں کے متعلق ہوا ہو گا۔

مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے لیلۃ القدر کے بارہ میں فرمایا کہ یہ ستائیسویں (۲۷ویں) یا انتیسویں (۲۹ویں) رات ہے۔(مسند احمد بن حنبل باقی مسند المکثرین)

پس مختلف سالوں میں، مختلف دنوں میں خاص طور پر لیلۃ القدر کی خوشخبری دی گئی ہے اس لئے تلاش سارے عشرے میں ہی کرنی چاہئے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کسی سال کے کون سے عشرہ کا کونسا دن ہے جو لیلۃ القدر کی رات کا دن ہے اس لئے ستائیسویں یا انتیسویں کا بھی حکم ہے لیکن یہ خیال دل سے نکال دیں کہ صرف ستائیسویں یا انتیسویں کو اٹھیں گے تو آپ کو لیلۃ القدر نصیب ہو جائے گی۔ لیلۃ القدر عشرہ میں کسی وقت بھی ہو سکتی ہے اور ۲۷ر، ۲۹ر کا انتظار نہیں کرنا چاہئے۔ ہاں جس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے اس سال ضرور ۲۷ر یا ۲۹ر کی خوشخبری ہو گی۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو رمضان المبارک میں لیلۃ القدر کی رات ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے نفس کے محاسبہ کی خاطر عبادت کرے تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔(صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین۔ باب الترغیب فی قیام رمضان)

شرطیں ایسی ہیں جن کو خاص طور پر ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ لیلۃ القدر کی رات ایمان کی حالت میں اور خالصتاً ثواب کی نیت سے، نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے یعنی اپنے نفس پر غور کرتا رہے کہ میں نے کیا کیا گناہ کئے ہیں کیا کیا خرابیاں میرے نفس میں ابھی تک موجود ہیں، کون سے داغ ہیں جن کو مٹانے میں میں کامیاب ہو چکا ہوں۔ کون سے داغ ہیں جو ابھی چمٹے ہوئے ہیں اور باقی رہ گئے ہیں۔ یہ سب محاسبہ کے اندر باتیں آتی ہیں۔ تو جو محاسبہ کی نیت سے اٹھتا ہے اور دعائیں کرتا ہے اس کی لیلۃ القدر میں اس کے پچھلے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔

ترمذی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے رسول! آپؐ کا کیا خیال ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ کونسی رات "لیلۃ القدر" ہے تو مَیں اس میں کیا دعا مانگوں؟۔ آپؐ نے فرمایا تم یوں دعا کرنا اے میرے خدا تُو بخشنے والا ہے اور بخشش کو پسند کرتا ہے، مجھے بخش دے اور میرے گناہ معاف کر دے۔ مختصر اصل الفاظ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اور وہ یاد کرنا کوئی مشکل نہیں۔ انہی الفاظ میں دعا زیادہ بہتر ہے۔ "اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی۔ اِنَّكَ عَفُوٌّ تو مجسم عفو ہے کریم ہے، بہت معزز ہے تُحِبُّ الْعَفْوَ، عفو کو پسند فرماتا ہے فَاعْفُ عَنِّی پس مجھ سے بھی درگزر فرما۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ معتکف کے لئے سنت ہے کہ نہ تو وہ مریض کی عیادت کرنے کے لئے جائے، نہ ہی جنازہ کے ساتھ جائے۔ اب یہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ جنازہ کے ساتھ جانا، نامناسب اور ناجائز ہے مگر اگر جنازہ یہاں آیا ہو اور معتکف اس میں شامل ہو جائے تو وہ اور بات ہے۔ لیکن مراد یہ ہے کہ قبرستان جانا معتکف کے لئے جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی عورت سے مساس کرے اور نہ ہی اس سے ازدواجی تعلقات قائم رکھے۔ صرف حوائج ضروریہ کے لئے نکلے۔ اور اعتکاف روزے کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ بعض لوگ جو روزہ نہیں رکھ سکتے اور بعض خواتین نہیں رکھ سکتیں ان کے لئے اس حالت میں اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے۔ اور پھر فرمایا نہ ہی اعتکاف جامع مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ ہو سکتا ہے۔(سنن ابی داؤد کتاب الصوم)۔ تو یہاں جامع مسجد سے مراد ہر جگہ کی جامع مسجد ہے ورنہ یہاں اگر لندن میں کہا جائے کہ یہیں اسی مسجد کو جامع مسجد قرار دیا جائے اور سارے انگلستان سے یا سارے لندن سے ہی لوگ اکٹھے ہوں تو یہ ممکن نہیں ہے۔ چھوٹی سی جگہ میں اتنے لوگ سمیٹے جا ہی نہیں سکتے۔ تو جامع مسجد سے مراد اُس زمانے کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی مسجد تھی جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اور نماز پڑھایا کرتے تھے۔ باقی مساجد میں مدینے میں اس مسجد کو چھوڑ کر اپنا الگ اعتکاف بیٹھنا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جب اعتکاف فرماتے تو اپنا سر میرے قریب کر دیتے تو میں آپ کو کنگھی کر دیتی۔ اور آپؐ گھر صرف حوائج ضروریہ کے لئے آتے۔(صحیح مسلم کتا ب الحیض)۔

اب جو پہلی حدیث میں لمس تھا کہ عورت کی لمس، اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ پاک وصاف نیت کے ساتھ اگر عورت، بیوی سر کو ہاتھ لگا دے تو یہ بھی لمس میں آئے گا اور یہ منع ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو بات کر رہی ہیں مسجد نبوی کے ساتھ ہی آپ کے گھر تھے اور کھڑکیاں گھروں میں کھلتی تھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم چونکہ بالوں کی صفائی اور کنگھی وغیرہ کرنے کو پسند فرماتے تھے اس لئے کھڑکی میں سے سر باہر نکالتے تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی حالت میں آپؐ کی کنگھی کر کے آپ کو جیسا کہ آپؐ کی مرضی تھی تیار کر دیا کرتی تھیں۔ تو یہاں لمس سے غلط فہمی نہ ہو۔ یہ لمس مراد نہیں ہے کہ یہ لمس بھی نعوذ باللہ من ذالک گناہ ہے یا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے اس سے۔ ہاں حوائج ضروریہ کے لئے صرف گھر جایا کرتے تھے اور اس میں بھی یہ نہیں کہ حوائج ضروریہ کے لئے جائیں تو باقی باتیں شروع ہو جائیں۔ صرف اپنے کام سے کام ہوتا تھا حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر پھر واپس تشریف لے آیا کرتے تھے۔

یہ تو وہ احادیث نبویہ ہیں جن میں لیلۃ القدر کی بہت حد تک تشریح موجود ہے۔ لیلۃ القدر کے متعلق جو یہ فرمایا گیا ہے کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہزار مہینے کتنے سال بنتے ہیں۔ اسّی سال سے اوپر دو مہینے۔ تو ساری عمر ہے ایک انسان کی۔ عمر طبعی عام طور پر اوسطاً اس سے زیادہ نہیں ہوتی۔ بہت بڑی عمر ہے اسّی سال اور دو مہینے۔ تو اگر لیلۃ القدر کی ایک رات کسی کو نصیب ہو جائے تو اسّی سال کے بڈھے کے لئے وہ ایک ہی رات بہت ہے۔ مراد یہ ہے کہ اسّی سال کا بڈھا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ ایک انسان کی عمر جب اسّی سال تک پہنچ جائے تو پوری عمر بن جاتی ہے۔ تو اگر جوانی میں یہ لیلۃ القدر نصیب ہو جائے تو اس ساری عمر سے زیادہ ہے وہ ایک رات۔

اب اس کی تشریح میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو فرمایا ہے وہ میں اب آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

”قرآن شریف میں جو لیلۃ القدر کا ذکر آیا ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یہاں لیلۃ القدر کے تین معنی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ رمضان میں ایک رات لیلۃ القدر کی ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ بھی ایک لیلۃ القدر تھا۔ یعنی سخت جہالت اور بے ایمانی کی تاریکی کے زمانہ میں وہ آیا جبکہ ملائکہ کا نزول ہوا کیونکہ نبی دنیا میں اکیلا نہیں آتا بلکہ وہ بادشاہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ لاکھوں کروڑوں ملائکہ کا لشکر ہوتا ہے جو ملائک اپنے کام میں لگ جاتے ہیں اور لوگوں کے دلوں کو نیکی کی طرف کھینچتے ہیں۔ سوم لیلۃ القدر انسان کے لئے اس کا وقتِ اصفیٰ ہے“۔ یعنی زندگی بھر میں جب بھی وہ وقت آئے جب وہ سب سے زیادہ پاک اور صاف ہو جائے اور خدا کے حضور اپنی جان کو حاضر کردے اس کی لیلۃ القدر وہی ہے۔ ”جتنا جتنا انسان خدا کے قریب آتا ہے یہ وقت اسے زیادہ میسّر آتا ہے“۔(الحکم جلد ۵ نمبر ۳۲۔ بتاریخ ۳۱/اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۳، ۱۴)

پھر فرماتے ہیں ”ایک لیلۃ القدر تو وہ ہے جو پچھلے حصہّ رات میں ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تجلّی فرماتا ہے اور ہاتھ پھیلاتا ہے کہ کوئی دعا کرنے والا اور استغفار کرنے والا ہے جو مَیں اس کو قبول کروں“۔ اب ہاتھ پھیلاتا ہے تو جیسا کہ میں نے بارہا عرض کیا ہے محاورہ ہے۔ خدا ہاتھ پھیلاتا ہے بندے کے ہاتھ پھیلانے کے نتیجہ میں۔ جب بندہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو وہ اپنے ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ توجہ اس طرف مرکوز کردیتا ہے اور اس کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ اور عرش سے گویا یہ آواز دیتا ہے کون ہے جو اس وقت استغفار کرے اور دعا سے میری طرف متوجہ ہو میں اس کو قبول کرنے کے لئے حاضر ہوں۔

”لیکن ایک معنے اس کے اَور ہیں جس سے“ یعنی اس معنی سے ”بدقسمتی سے علماء مخالف اور منکر ہیں اور وہ یہ ہیں کہ ہم نے قرآن کو ایسی رات میں اُتارا ہے کہ تاریک و تار تھی اور وہ ایک مستعد مصلح کی خواہاں تھی۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے جبکہ اس نے فرمایا مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلاَّ لِيَعْبُدُوْن“۔ کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو محض عبادت کی خاطر پیدا کیا ہے ۔”پھر جب انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ تاریکی ہی میں پڑا رہے۔ ایسے زمانے میں بالطبع اس کی ذات جوش مارتی ہے کہ کوئی مصلح پیدا ہو۔ پس اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ اس زمانہ کی ضرورت، بعثتِ آنحضرت ﷺ کی ایک اَور دلیل ہے“۔(الحکم۔ جلد ۱۰ نمبر ۲۷۔ بتاریخ ۳۱/ جولائی ۱۹۰۶ء۔ صفحہ ۴)

پھر فرماتے ہیں:”لیلۃ القدر کے نور کو دیکھنے والا اور وقت کے مُصلح کی صحبت سے شرف حاصل کرنے والا اُس اسّی برس کے بڈھے سے اچھا ہے جس نے اس نورانی وقت کو نہیں پایا اور اگر ایک ساعت بھی اس وقت کو پالیا ہے تو یہ ایک ساعت اُس ہزار مہینے سے بہتر ہے جو پہلے گزر چکے۔ کیوں بہتر ہے؟“۔ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے بڈھے کا نقشہ کھینچا ہے جس کے ہزار مہینے پہلے ضائع ہو چکے ہیں یعنی اگر مرنے سے پہلے بھی وہ لیلۃ القدر کو پالے اس کے گزرے ہوئے ہزار مہینے سے وہ ایک رات اس کی بہتر ہے۔

فرمایا”اِس لئے کہ اس لیلۃ القدر میں خدا تعالیٰ کے فرشتے اور رُوح القدس اس مصلح کے ساتھ ربّ جلیل کے اِذن سے آسمان سے اُترتے ہیں۔ نہ عبث طور پر بلکہ اِس لئے کہ تا مستعد دلوں پر نازل ہوں اور سلامتی کی راہیں کھولیں سو وہ تمام راہوں کے کھولنے اور تمام پَردوں کے اٹھانے میں مشغول رہتے ہیں یہاں تک کہ ظلمتِ غفلت دُور ہو کر صبحِ ہدایت نمودار ہو جاتی ہے“۔(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد نمبر ۳۔ صفحہ ۳۲، ۳۳)

پھر فرماتے ہیں ”عادت اللہ اِس طرح پر جاری ہے کہ جب کوئی رسول یا نبی یا مُحدَّث اصلاحِ خَلق اللہ کے لئے آسمان سے اُترتا ہے تو ضرور اس کے ساتھ اور اس کے ہمرکاب ایسے فرشتے اُترا کرتے ہیں کہ جو مستعد دلوں میں ہدایت ڈالتے ہیں اور نیکی کی رغبت دلاتے ہیں۔ اور برابر اُترتے رہتے ہیں جب تک کفر و ضلالت کی ظلمت دُور ہو کر ایمان اور راست بازی کی صبح صادق نمودار ہو جیسا کہ اللہ جل ّشانہ فرماتا ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ. سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ سو ملائکہ اور رُوح القدس کا تنزّل یعنی آسمان سے اُترنا اسی وقت ہوتا ہے جب ایک عظیم الشّان آدمی خلعتِ خلافت پہن کر اور کلامِ الٰہی سے شرف پاکر زمین پر نزول فرماتا ہے“۔

یہاں خلیفہ سے مراد عام اصطلاح میں جس کو یہاں ہم خلیفہ کہتے ہیں وہ مراد نہیں ہے بلکہ خلیفۃ اللہ ہے۔ براہ راست جس کو خود اللہ تعالیٰ اپنا خلیفہ مقرر کرتا ہے۔ جیسے آدم کو سب سے پہلے خلیفہ بنایا۔ مگر اس کے بعد جو سب سے عظیم الشان خلیفہ تھا جس کی خلافت کا بیج آدم میں بویا گیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ”جب ایک عظیم الشان آدمی خلعت خلافت پہن کر اور کلام الٰہی سے شرف پاکر زمین پر نزول فرماتا ہے تو روح القدس خاص طور پر اس خلیفہ کو ملتی ہے اور جو اس کے ساتھ ملائکہ ہیں وہ تمام دُنیا کے مُستعد دلوں پر نازل کئے جاتے ہیں تب دُنیا میں جہاں جہاں جوہر قابل پائے جاتے ہیں سب پر اُس نور کا پرتو پڑتا ہے اور تمام عالَم میں ایک نورانیت پھیل جاتی ہے اور فرشتوں کی پاک تاثیر سے خود بخود دلوں میں نیک خیال پیدا ہونے لگتے ہیں اور توحید پیاری معلوم ہونے لگتی ہے اور سیدھے دلوں میں راست پسندی اور حق جوئی کی ایک رُوح پھونک دی جاتی ہے اور کمزوروں کو طاقت عطا کی جاتی ہے اور ہر طرف ایک ایسی ہوا چلنی شروع ہو جاتی ہے جو اس مصلح کے مدعا اور مقصد کو مدد دیتی ہے“۔(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد نمبر ۳۔ صفحہ ۱۲، حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اقتباس سے متعلق میں ایک بات بارہا پہلے بھی بیان کر چکا ہوں جو پھر میں بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ انتشارِ نور کا ذکر ہے۔ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام نازل ہوتا ہے اور رات کو دن میں تبدیل کیا جا رہا ہے، لیلۃ القدر جس کو ہم کہتے ہیں، قدر کی رات، تو اس وقت یہ انتشارِ عام ہے اور سب پر پڑتا ہے۔ اس زمانے کی ایجادات کو دیکھیں تو وہ ایجادات بھی اللہ تعالیٰ کے تصرف سے ہو رہی ہوتی ہیں مختلف عقلوں پر روشنی پڑ رہی ہوتی ہے اور وہ استعدادیں چمک اٹھتی ہیں اور ان کے نتیجے میں پھر لیلۃ القدر عام لیلۃ القدر بن کے سارے زمانے کے لئے لیلۃ القدر بن جاتی ہے۔ مگر یہ لیلۃ القدر ان کے لئے اکثر دنیا کی معلومات حاصل کرنے تک ہی محدود رہتی ہے لیکن اس کے ساتھ بہت سی نیک طبیعتیں ہیں جن میں توحید کا جوش پیدا ہوتا ہے اور وہ طبیعتیں توحید کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جس لیلۃ القدر کو لے کے آئے تھے اس کے ساتھ سارا زمانہ قیامت تک کے لئے ان معنوں میں روشن ہو گیا اور آپ ہی کی لیلۃ القدر ہے جس کی برکت سے اب توحید کی طرف دنیا متوجہ ہو رہی ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی ہماری لیلۃ القدر لانے والے ہیں اور اس زمانے میں جو کچھ ہم فیض پا رہے ہیں آپ ہی کا فیض ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود بھی تو آپؐ ہی کا فیض ہیں۔

این چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم ☆ یک قطرۂ زبحرِ کمالِ محمدؐ است

یہ چشمہ رواں، جاری رہنے والا چشمہ جو بنی نوع انسان کے لئے میں جاری کر رہا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ ”یک قطرۂ زبحر کمال محمد است“۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے کمالات میں سے محض ایک قطرہ ہے جس کو میں ایک جاری دریا کے طور پر دنیا کے سامنے جاری کر رہا ہوں۔

اس کے بعد دو اقتباسات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حدیث کے حوالے سے بیان کرتا ہوں۔

فرماتے ہیں ”اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَان یعنی میں توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ اس اقرار کو جائز قرار دیتا ہے جو کہ سچے دل سے توبہ کرنے والا کرتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے اس قسم کا اقرار نہ ہوتا تو پھر توبہ کا منظور ہونا ایک مشکل امر تھا۔ سچے دل سے جو اقرار کیا جاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر خدا تعالیٰ بھی اپنے تمام وعدے پورے کرتا ہے جو اس نے توبہ کرنے والوں کے ساتھ کئے ہیں۔ اور اسی وقت سے ایک نور کی تجلّی اس کے دل میں شروع ہو جاتی ہے جب انسان یہ اقرار کرتا ہے کہ میں تمام گناہوں سے بچوں گا اور دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا“۔(البدر جلد ۲ نمبر ۱۴ مورخہ ۲۴/اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰۷)

اس تعلق میں آخر پر دو حدیثیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اور پھر آج کے خطبے کا اختتام ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا غرغرے سے پہلے بندہ جب بھی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔(ترمذی کتاب الدعوات باب فضل التوبة)۔ تو یہاں اسّی سال والا بڈھا جو ہے اس کا تصور کرلیں کہ اگر یقینی موت سامنے آکھڑی ہو اور غرغرہ ہو جائے تو وہ توبہ کا وقت نہیں رہتا۔ لیکن غرغرے سے پہلے جو موت کا غرغرہ ہے اس سے پہلے اگر انسان تمنا یہ رکھتا ہے کہ میں جیتا چلا جاؤں اس وقت اگر اس کو توبہ نصیب ہو جائے تو وہ سچی توبہ ہے اور وہ خواہ اللہ کے نزدیک دوسری گھڑی ہی اس کی جان نکل جائے مگر وہ اس توبہ کو قبول فرمالیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلم کتاب التوبہ میں یہ حدیث درج ہے۔

آنحضرت ﷺ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے سے اس کے اس حسن ظن کے مطابق سلوک کرتا ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے۔ پس اللہ پر حسن ظن کریں اور جتنا زیادہ اللہ پر حسن ظن کریں گے اسی قدر اللہ زیادہ قریب ہوگا اور اپنے بندے کے حسن ظن کو سچا کر دکھائے گا۔ جہاں بھی وہ میرا ذکر کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اتنا خوش ہوتا ہے کہ اتنا خوش وہ شخص بھی نہیں ہوتا جسے جنگل بیابان میں اپنی گمشدہ اونٹنی مل جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص مجھ سے بالشت بھر قریب ہوتا ہے میں اس سے گز بھر قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔

یہ جو خدا تعالیٰ اپنے بندے کے ظن کے مطابق ہوتا ہے اس سلسلے میں یاد رکھنا چاہئے کہ ہر بندے کا ظن اپنا اپنا ہے۔ ایک سادہ گڈریا ہے وہ اپنے ظن کے مطابق باتیں کر رہا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کی طرف بھی جھکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آپ گزر رہے تھے۔ ایک گڈریے کو دیکھا جو اپنے ظن کے مطابق خدا تعالیٰ سے باتیں کر رہا تھا کہ اے اللہ اگر تو مل جائے تو میں تیری گدڑی کو دھوؤں، تیرے پاؤں سے کانٹے نکالوں تو اس طرح پیار کروں، اس طرح تجھے سینے سے لگاؤں۔ حضرت موسیٰ کو یہ بات سن کر بہت غصہ آیا انہوں نے کہا خبردار تو کون ہوتا ہے خدا کے متعلق ایسی بیہودہ باتیں کرنے والا، خدا کوئی ایسی گئی گزری چیز ہے کہ تو اس کے پاؤں سے کانٹے نکالے، اس کی گدڑی دھوئے، اپنے متعلق تصور کر رہا ہے۔ ابھی حضرت موسیٰ کی ڈانٹ ختم نہیں ہوئی تھی کہ اللہ کی طرف سے حضرت موسیٰ کو ڈانٹ پڑی کہ تو کون ہوتا ہے میرے اور میرے بندے کی باتوں میں دخل دینے والا۔ میں بہتر جانتا ہوں کہ اس بندے سے مجھے کتنا مزہ آرہا تھا، کتنی پیار کی باتیں تھیں جو میرے دل میں گھر کر رہی تھیں تو نے خواہ مخواہ اس مزے کو کرکرا کرنے کی کوشش کی۔ تو یہ ہے عِنْدَ الظَّنِّ عَبْدِی بِی، اپنے رب سے اپنے خیالات کے مطابق ظن کریں مگر اپنا سمجھ کر ظن کریں، پیار اور محبت کے ساتھ ظن کریں تو اللہ تعالیٰ اس ظن کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ تو میں امید رکھتا ہوں کہ یہ رمضان انشاء اللہ ہمارے لئے یہ ساری خوش خبریاں لے کر آئے گا جن کا ذکر احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات کے حوالے سے میں نے کیا ہے۔

اب ایک عمومی بات میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ آج ۱۹۹۹ء کا آخری دن اور آخری جمعہ ہے یعنی رمضان کا تو آخری جمعہ نہیں ہے مگر ۱۹۹۹ء کا یہ آخری جمعہ ہے۔ کل سے سن دو ہزار شروع ہو رہا ہے۔ نئے سال کے آغاز پر مبارکباد میں دیا کرتا ہوں سب دنیا کو، احمدیوں کو، غیر احمدیوں کو سب دنیا کو تو آپ کو اللہ تعالیٰ یہ نیا سال ہر پہلو سے مبارک فرمائے۔ اس سال کی کچھ خصوصیات ہیں جو حیرت انگیز ہیں ان کے متعلق تفصیل سے آج بات کرنے کا وقت نہیں لیکن آخری جمعہ ہے جسے جمعۃ الوداع کہتے ہیں انشاء اللہ اس حوالے سے کہ کیا کیا خاص باتیں ہیں وہ میں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ اس دعا کے ساتھ کہ اللہ اس رمضان کو ہم سب کے لئے غیر معمولی طور پر بابرکت فرمادے۔ وہی بہتر جانتا ہے کہ اس میں کیا کیا حکمتیں پوشیدہ ہیں جو اس رمضان میں حیرت انگیز باتیں اکٹھی ہو گئی ہیں تو امام صاحب نے مجھے لکھ کر بھجوائی ہیں بہت سی باتیں۔ میرا خود تو خیال اس طرف نہیں گیا تھا مگر امام صاحب کے توجہ دلانے پر میں نے غور کیا تو واقعۃً یہ ساری خصوصیات ہیں جو اس سال کے اندر خاص ہیں۔ جمعہ سے اس سال کا آغاز ہوا ہے جمعہ پر اس کا اختتام ہوگا اور بہت سی ایسی برکتیں ہیں جو اس سال کے ساتھ وابستہ ہو چکی ہیں۔ تو خدا کرے کہ وہ برکتیں ساری جماعت کو نصیب ہوں اور غیر معمولی طور پر خدا تعالیٰ کی تقدیر ہمارے حق میں اور دنیا کے حق میں کار فرما ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆